فصل دوم

رسالتِ محمدی پر ایمان کی دعوت

دعوتِ اسلامی کا دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک کو واحد معبود اور واحد حاکم و مقتدرِ اعلیٰ ماننے کے بعد یہ تسلیم کریں کہ رسول ہی وہ ایک مستند و معتبر پیغام بر ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہدایت دیتا ہے، احکام دیتا ہے، عبادت کا صحیح طریقہ بتاتا ہے، صحیح عقائد کی تعلیم دیتا ہے، اخلاق اور اعمال کے صحیح اور غلط اصولوں اور طریقوں کی تمیز سکھاتا ہے، اور اپنے وہ قوانین بھیجتا ہے جن کی پیروی لوگوں کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں کرنی چاہیئے۔ اس لیے اللہ کی توحید پر ایمان لانے کے بعد لوگوں کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ رسول کی رسالت پر ایمان لائیں، اُس کو مرضیِ الٰہی کا واحد نمائندہ مانیں، سب کی پیروی چھوڑ کر اس کی پیروی اختیار کریں، اور سب کی اطاعت ترک کر کے اُن احکام و ہدایات کی اطاعت کریں جو رسول اپنے بھیجنے والے خدائے واحد کی طرف سے دے۔ اس طرح یہ رسالت کا عقیدہ اُس عظیم انقلاب کو عملی شکل دے رہا تھا جو اللہ کی توحید تسلیم کرا کے اسلام انسانی زندگی میں برپا کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ جب توحید کو مان کر انسان اس بات کا قائل ہو جاتے کہ اب اُسے اللہ ہی کی بندگی و عبادت کرنی ہے اور اسی کی ہدایت پر چلنا ہے، تو فوراً ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے اِس عقیدے کو عمل میں کیسے لائے؟ کس ذریعہ سے اس کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کی بندگی و عبادت کا صحیح طریقہ کیا ہے اور اُس کی وہ ہدایت کیا ہے جس کی اب اُسے پیروی کرنی چاہیئے؟ قرآن نے بتایا کہ وہ ذریعہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو اپنا رسول بنا کر اُس کو اُن چیزوں کا علم دیتا ہے جن پر عمل کرنا اس کی مرضی کے مطابق ہے، اور اُس کی بندگی بجا لانے کے لیے کوئی عملی صورت اِس کے سوا نہیں ہے کہ رسول کی رسالت مان کر اس کی پیروی و اطاعت کی جائے۔ یوں تمام مختلف عقائد و افکار، اوہام و تخیلات، مذاہب و ادیان، رسوم و قوانین، اور اربابِ متفرقین کی پیروی و اطاعت

میں بٹی ہوئی انسانیت ایک مرکز پر جمع ہو جاتی ہے اور وہ دین عملاً قائم ہو جاتا ہے جس پر نوع انسانی کو مجتمع کرنا اسلام کی دعوت کا مقصود ہے۔

اس سلسلے میں قرآن مجید کی تعلیمات کو حسبِ ذیل ترتیب کے ساتھ اگر دیکھا جائے تو بات پوری طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔

ابتدائے آفرینش میں انبیاءؑ کی بعثت کا اعلان نبوت کے متعلق پہلی بات جو قرآن میں بتائی گئی وہ یہ تھی کہ زمین پر نوع انسانی کے آغاز ہی کے وقت اولاد آدم کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ رسولوں کے ذریعہ سے جو ہدایت ان کو بھیجی جائے گی اس کی پیروی انھیں کرنی ہوگی:

يٰبَنِىٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ	اے بنی آدم، اگر تمہارے پاس خود تمہی میں
مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ	سے (یعنی انسانوں میں سے) ایسے رسول آئیں جو
فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ	تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو کوئی نافرمانی
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔	سے بچے گا اور اپنے رویّے کی اصلاح کرلے گا
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ	اس کے لیے خوف اور رنج کا کوئی موقع نہیں ہے۔
اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ	اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان کے
النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔	مقابلے میں سرکشی برتیں گے وہی اہل دوزخ ہوں گے
(الاعراف - ۳۵-۳۶)۔	جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

رسولوں کو ماننے یا نہ ماننے پر انسان کی فلاح و خسران کا انحصار یہی بات سورۂ بقرہ آیات ۳۸-۳۹ اور سورۂ طٰہٰ آیات ۱۲۳-۱۲۴ میں بیان کی گئی جہاں زمین پر آدم و حوا علیہما السلام کے اتارے جانے کا ذکر آیا ہے۔ اس میں صرف یہی خبر نہیں دی گئی تھی کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے جائیں گے بلکہ یہ بھی متنبّہ کر دیا گیا تھا کہ ان کی فلاح و خسران کا انحصار ہی اس بات پر ہوگا کہ وہ رسولوں کی ہدایت کو قبول کر کے تقویٰ اور اصلاح کی راہ اختیار کرتے ہیں یا نہیں۔ نہ کریں گے تو دنیا میں بھی سزا پائیں گے اور جہنم کا عذاب بھی مول لیں گے۔ چنانچہ جگہ جگہ دنیا میں قوموں پر عذاب آنے کی وجہ یہی بیان کی گئی کہ انھوں نے اپنے ہاں آنے والے رسولوں کی بات ماننے سے انکار کیا تھا۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہوا:

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ	اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ	کہ اُن لوگوں کا انجام انہیں نظر آتا جو ان سے پہلے
الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ	گزر چکے ہیں؟ وہ ان سے (یعنی قریش سے)
كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً	زیادہ طاقت ور تھے اور ان سے زیادہ زبردست
وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ	آثار زمین میں چھوڑ گئے۔ پھر اللہ نے اُن کے گناہوں
اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۔ وَمَا كَانَ	پر انہیں پکڑ لیا اور ان کو اللہ سے بچانے والا
لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔	کوئی نہ تھا۔ یہ اُن کا انجام اس لیے ہوا کہ ان
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ	کے پاس رسول بیّنات[۱] لے کر آئے مگر اُنھوں
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا	نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آخر کار اللہ نے
فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۔ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ	انہیں پکڑ لیا۔ یقیناً وہ بڑی قوت والا اور سزا
الْعِقَابِ (المؤمن۔ ۲۱-۲۲)۔	دینے میں بہت سخت ہے۔

قریب قریب یہی بات سورۂ فاطر آیات ۲۵ - ۲۶ اور سورۂ تغابن آیات ۵ - ۶ میں بیان کی گئی ہے، اور قرآن اُن قوموں کے قصّوں سے بھرا ہوا ہے جنہوں نے اپنے اپنے عہد کے رسولوں کی تکذیب کی اور آخر کار دنیا ہی میں ان پر عذاب آگیا۔

پھر آخرت کے متعلق بتایا گیا کہ وہاں انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہی اس بنیاد پر قائم ہوگی کہ تمہارے پاس رسول بھیج کر تمہیں حق اور باطل کا فرق، اور سیدھا راستہ صاف صاف بتا دیا گیا تھا، اس کے باوجود تم نے اُن کو نہ مانا اور ان کی اطاعت نہ کی، اس لیے اب تم عذابِ جہنم کے مستحق ہو۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ	اے محمدؐ، ہم نے تمہاری طرف اُسی طرح وحی
اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ	بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد آنے والے

[۱] بیّنات سے مراد تین چیزیں ہیں (۱) ایسی نمایاں علامات اور نشانیاں جو اُن کے مامور من اللہ ہونے پر شاہد تھیں۔ (۲) ایسی روشن دلیلیں جو ان کی پیش کردہ تعلیمات کے حق ہونے کا ثبوت دے رہی تھیں۔ (۳) زندگی کے مسائل و معاملات کے متعلق ایسی واضح ہدایات جنہیں دیکھ کر ہر معقول آدمی یہ جان سکتا تھا کہ ایسی پاکیزہ تعلیم کوئی جھوٹا خود غرض آدمی نہیں دے سکتا۔

بَعْدِهٖ ...... رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ (النساء - ۱۶۳ - ۱۶۴) ۔

نبیوں کی طرف بھیجی تھی ...... یہ سب رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت باقی نہ رہے۔

یعنی ان سب پیغمبروں کا کام یہ تھا کہ جو لوگ ان کی لائی ہوئی تعلیم پر ایمان لا کر اپنے طرزِ فکر و عمل کو اس کے مطابق درست کر لیں ان کو فلاح و سعادت کی خوشخبری سنا دیں اور جو نہ ایمان لائیں نہ فکر و عمل کی غلط راہوں پر چلنا چھوڑیں ان کو انجام بد سے ڈرا دیں۔ اور ان سب پیغمبروں کو بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے راہِ حق صاف صاف بنا کر نوعِ انسانی پر حجت تمام کر دینا چاہتا تھا تاکہ آخرت کی عدالت میں کوئی کافر و مجرم یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ ہم کو حقیقت بتانے کا تو کوئی انتظام کیا نہیں گیا اور اب ہم بے خبری میں پکڑے جا رہے ہیں۔

آخرت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں خبردار کر دیا گیا کہ منکرین اور مخالفینِ رسالت کے تمام اعمال (جن کو وہ اپنے نزدیک نیک سمجھ کر کرتے رہے) وہاں ضائع ہو جائیں گے اور جب ان لوگوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو اُن سے کہا جائے گا کہ تم پر رسولوں کے ذریعہ سے حجت تمام ہو چکی تھی، اس لیے اب جو سزا تم بھگت رہے ہو اس کے تم فی الواقع مستحق ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ

جن لوگوں نے ماننے سے انکار کیا[۱] اور اللہ کی راہ سے روکا[۲]

---

[۱] یعنی رسول کو اور اس کی لائی ہوئی تعلیم کو ماننے سے انکار کیا۔

[۲] اصل میں صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ صَدّ کا لفظ عربی زبان میں لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے ان الفاظ کے معنی یہ بھی ہیں کہ خود اللہ کا راستہ اختیار کرنے سے باز رہے۔ اور یہ معنی بھی ہیں کہ انہوں نے دوسروں کو اس راہ پر آنے سے روکا۔ روکنے کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی زبردستی کسی کو ایمان لانے سے روک دے۔ دوسرے یہ کہ ایمان لانے والوں پر ایسا ظلم و ستم ڈھائے کہ ان کا ایمان پر قائم رہنا اور دوسروں کو ایسے خوفناک حالات میں ایمان لانا مشکل ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ وہ اللہ کے دین اور اس کے پیش کرنے والے رسول کے خلاف لوگوں کو ورغلائے اور ایسے وسوسے دلوں میں ڈالے کہ لوگ بدگمان (باقی برصفحہ ۱۳)

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ (محمد - ۳۲)۔

اور رسول سے جھگڑا کیا جبکہ راہِ راست اُن پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ ہی ان کا سب کیا کرایا غارت کر دے گا۔

اِس موقع پر اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھے گا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۔ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا ۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۔ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۔ (الانعام ۱۳۰-۱۳۱)۔

اے گروہِ جن و انس، کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم کو میری آیات سناتے تھے اور اِس دن کے انجام سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ "ہم اپنے خلاف خود شہادت دیتے ہیں"۔ دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا، مگر آخرت میں" وہ اپنے اُوپر خود گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ (یہ شہادت ان سے اس لیے لی جائے گی کہ یہ ثابت ہو جائے کہ) تمہارا رب بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا جبکہ اُن کے بسنے والے (حق سے) بے خبر ہوں)۔

كُلَّمَآ اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۔ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا

جب بھی کوئی انبوہ جہنم میں ڈالا جائے گا اُس کے کارندے اُن لوگوں سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی نذیر (خبردار کرنے والا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) ہو کر خدا کے راستے پر آنے سے رُک جائیں۔ اس کے علاوہ ہر کافر معاشرہ خدا کے راستے میں ایک سنگِ گراں ہے کیونکہ وہ اپنی تعلیم و تربیت، اپنے اجتماعی نظام، اپنے رسم و رواج اور اپنے تعصبات سے دینِ حق کے پھیلنے میں شدید رکاوٹیں ڈالتا ہے۔

نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۔ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۔ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ (الملک ۸ تا ۱۱)

نہیں آیا تھا؟[1] وہ جواب دیں گے "ہاں نذیر آیا تھا مگر ہم نے اسے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا ہے اور تم بڑی گمراہی میں مبتلا ہو"۔ پھر وہ کہیں گے "کاش ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو آج اِس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں شامل نہ ہوتے۔" اس طرح وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے۔ لعنت ہے ان دوزخیوں پر۔

اِسی سے ملتا جلتا مضمون سورۂ زُمَر آیات ۷۱-۷۲ میں بیان ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام میں رسالت کی اہمیت اتنی بڑی ہے کہ اسی کے ماننے یا نہ ماننے پر دنیا سے آخرت تک انسان کی نیک بختی یا بدبختی کا دار و مدار ہے۔

تمام قوموں میں انبیاءؑ آئے اور سب کی دعوت ایک ہی تھی

قرآن میں یہ بھی بتایا گیا کہ آغازِ آفرینش سے تمام قوموں میں انبیاءؑ آتے رہے ہیں۔ اُن سب کا دین ایک تھا، سب کی دعوت بھی ایک تھی، سب کی بعثت کا مقصد بھی ایک تھا، اور اُن سب کا مطالبہ یہ تھا کہ لوگ اللہ کی نافرمانی سے بچیں اور اُن کی اطاعت کریں۔

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر-۲۴)۔

کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد-۷)

ہر قوم کے لیے ایک ہادی تھا۔

---

[1] اس سوال کی نوعیت یہ نہ ہوگی کہ جہنّم کے کارندے ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہوں کہ تمہارے پاس کوئی نذیر آیا تھا یا نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود ان کو اس بات کا قائل کرنا ہوگا کہ انہیں جہنّم میں ڈال کر اُن سے بے انصافی نہیں کی جارہی ہے، اس لیے وہ خود اُن کی زبان سے یہ اقرار کرانا چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے خبر نہیں رکھا تھا، ان کے پاس انبیاءؑ بھیجے گئے تھے، مگر انھوں نے اُن کی بات نہ مانی اس لیے جو سزا انہیں دی جارہی ہے اس کے وہ مستحق ہیں۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (الشعراء - ۲۰۸)۔

ہم نے کوئی بستی ایسی ہلاک نہیں کی جس میں خبردار کرنے والے نہ آئے ہوں۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل ۳۶)۔

اور ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول یہ دعوت دینے کے لیے بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔

حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک قرآن مجید میں نبی پر نبی کا نام لے کر بیان کیا گیا کہ ہر ایک نے اپنی قوم سے یہی کہا کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ "اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو" (ملاحظہ ہو آل عمران - ۵۰ - الشعراء ۱۰۸ - ۱۱۰ - ۱۲۶ - ۱۳۱ - ۱۴۳ - ۱۵۰ - ۱۶۳ - ۱۷۹ - الزخرف ۶۳ - نوح - ۳)۔

انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد پھر سب انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد یہ تھا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید - ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو بیّنات کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (معیارِ حق و باطل) نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

"انصاف پر قائم ہوں"، یعنی اپنے ساتھ انصاف، اپنے خدا کے ساتھ انصاف، ہر اُس انسان کے ساتھ انصاف جس سے ان کا معاملہ پیش آئے، اپنے معاشرے میں انصاف، اپنے لین دین میں انصاف، اپنی تہذیب و تمدّن میں انصاف، اپنی سیاست و حکومت میں انصاف، اپنی عدالت میں انصاف، اپنے بین الاقوامی تعلقات میں انصاف، غرض انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے زندگی کے ہر شعبے اور پہلو میں انصاف کا قیام ان سب کی بعثت کا مقصد تھا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت نبوت و رسالت کی تاریخ اور اس کی حقیقت کے اس پس منظر میں پہلے قریش کو، پھر اہلِ عرب کو، پھر ساری دنیا کو یہ بتایا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہی رسولوں میں سے ہیں جو پہلے بھیجے جاتے رہے ہیں، وہی دین لے کر آئے ہیں جو ابتدائے آفرینش سے تمام رسولوں کا دین تھا، اُسی دین کو تمام آمیزشوں اور آلائشوں سے پاک کر کے اس کی اصل خالص صورت میں پیش کرنے کے لیے آئے ہیں، اور اب

خدا کا دین، اُس کی شریعت، اُس کا قانون، اُس کا حکم وہ ہے جو اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی بھیجی ہوئی وحی کی بنا پر آپ پیش کر رہے ہیں۔ آپ کی اطاعت خدا کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ لہٰذا لوگوں کو محض اس بات پر ہی ایمان نہیں لانا چاہیے کہ آپ خدا کے رسول ہیں، بلکہ ایمان لانے کے بعد ہر ایک کی اطاعت و پیروی چھوڑ کر بے چون وچرا آپ کی اطاعت و پیروی بھی کرنی چاہیئے، کیونکہ آپ کی ہدایت سے انحراف عین اُس خدا کی اطاعت سے انحراف ہے جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

حضورؐ کی بعثت سے پہلے اہل عرب خود ایک نبی مانگ رہے تھے قبل اس کے کہ اوپر کے بیانات کی تفصیل پیش کی جائے، یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اہل عرب اپنے گردوپیش کے عیسائیوں اور یہودیوں اور ادیانِ سابقہ کے پیروؤں کی گری ہوئی اخلاقی حالت اور اُن کی بدکرداریاں دیکھ دیکھ کر خود یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس وہ چیز آئی ہوتی (یعنی رسالت اور خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت)، تو ہم اُن سب سے بہتر اُمت بن کر دکھا دیتے۔ یہ بات قرآن مجید میں ڈنکے کی چوٹ کہی گئی ہے اور منکرین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اس امرِ واقعہ کا انکار کرتا:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَھُمْ نَذِیْرٌ لَّیَکُوْنُنَّ اَھْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ۔ فَلَمَّا جَآءَھُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرَاۨ اِسْتِکْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَمَکْرَ السَّیِّیءِ وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ۔

(فاطر ۴۲-۴۳)

یہ لوگ (یعنی قریش اور اہلِ عرب) کڑی کڑی قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا (یعنی رسول) اِن کے ہاں آگیا ہوتا تو یہ دنیا کی ہر دوسری قوم سے زیادہ راست رو ہوتے۔ مگر جب خبردار کرنے والا اِن کے ہاں آگیا تو اس کی آمد نے اِن کے اندر حق سے فرار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کیا۔ یہ زمین میں اور زیادہ استکبار کرنے لگے اور بُری بُری چالیں اُس کو زک دینے کے لیے چلنے لگے، حالانکہ بُری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے بیٹھتی ہیں۔

وَاِنْ کَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّ

یہ لوگ پہلے تو کہا کرتے تھے کہ کاش ہمارے

عِنۡدَنَا ذِكۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ
لَـكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ۔
فَكَفَرُوۡا بِهٖ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ۔
(الصّٰفّٰت - ۱۶۷ تا ۱۷۰)

پاس وہ "ذکر" (اللہ کا پیغامِ نصیحت) ہوتا جو پچھلی قوموں کو ملا تھا تو ہم اللہ کے چیدہ بندے ہوتے مگر جب وہ آگیا، تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اب عنقریب انہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا

اس سے معلوم ہوا کہ رسول کی آمد اُن کی منہ مانگی مراد تھی، مگر جب وہ نعمت میسر آگئی تو وہ مخالفت، ضد اور ہٹ دھرمی پر اُتر آئے۔

حضورؐ انبیاءؑ میں سے ہیں اور آپ کا ذریعہ علم وہی وحی تھا جو تمام انبیاءؑ کا تھا
ان حقائق کو نگاہ میں رکھ کر دیکھیے کہ حضورؐ کی رسالت کا تعارف قرآن نے کس طرح کرایا اور آپ کی کیا حیثیت پیش کی۔

يٰسٓ، وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ،
اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (یٰسٓ ۱ تا ۴)

قرآن حکیم کی قسم اے محمدؐ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر ہو۔

یعنی تم رسولوں میں سے ہو اور تمہاری رسالت کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ یہ حکمت سے لبریز قرآن تم پیش کر رہے ہو۔

وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ
قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ
اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا۔
(الشوریٰ - ۷)۔

اور اسی طرح ہم نے اے محمدؐ، یہ قرآنِ عربی تمہاری طرف وحی کیا ہے تاکہ تم بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اس کے گردوپیش رہنے والوں کو خبردار کر دو۔

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ
الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ
لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا
(الفرقان - ۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے یہ فرقان (حق و باطل کا فرق بتانے والا کلام) اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ دنیا جہان والوں کے لیے خبردار کرنے والا ہو۔

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ
رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا ۨ

اے محمدؐ، کہہ دو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اُس خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو

اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف - ۱۵۸)۔	آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے۔
اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (النساء - ۱۶۳)	اے محمدؐ، ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف بھیجی تھی - ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ عیسٰیؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور دی۔

آپؐ کی بعثت کے مقاصد اگرچہ آپ کی بعثت کا مقصد وہی تھا جو تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد ہم اس سے پہلے سورہ حدید آیت ۲۵ کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں - مگر قرآن مجید میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو رسول مقرر کرنے کے مقاصد پوری وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے جن کو ہم تفصیل وار نقل کرتے ہیں۔

آپؐ کی نبوت ابدی اور عالمگیر ہے آپؐ کسی ایک قوم کے لیے نہیں اور اپنے زمانے کے تمام انسانوں کے لیے بھی نہیں بلکہ قیامت تک ان سب لوگوں کے لیے رسول تھے جن تک آپ کا پیغام پہنچے:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام - ۱۹)	اور یہ قرآن میری طرف اس لیے بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے کہ تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے اسے خبردار کردوں۔

آپؐ تمام تحریفات سے پاک خالص دین پیش کرنے والے تھے آپؐ صرف یہی نہیں کہ اپنے سے پہلے آئے ہوئے انبیاء کی لائی ہوئی تعلیمات کی تردید کے بجائے اُن کی تصدیق کے لیے بھیجے گئے تھے، بلکہ آپؐ کے سپرد یہ کام بھی کیا گیا تھا کہ پچھلے انبیاء کی تعلیمات میں جو آمیزشیں بعد کے زمانوں میں کردی گئی تھیں ان سب کو چھانٹ کر اُس اصل دین کو اپنی خالص صورت میں پیش کردیں جو ابتدائے آفرینش سے نوع انسانی کے لیے خدا کا مقرر کردہ ایک ہی دینِ حق تھا

یہ بات کہ آپ پچھلے انبیاءؑ اور کتابوں کی تردید کے لیے نہیں بلکہ تصدیق کے لیے بھیجے گئے تھے، قرآن میں

متعدد مقامات پر بیان کی گئی۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۔

(الصّٰفّٰت۔ ۳۷)

بلکہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حق لے کر آئے اور انہوں نے (خدا کے بھیجے ہوئے تمام) رسولوں کی تصدیق کی۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(یونس۔ ۳۷)

اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو خدا (کی وحی) کے بغیر خود گھڑ لی جائے۔ بلکہ یہ تو جو کچھ اس سے پہلے آیا ہوا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب (یعنی خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہر کتاب*) کی تفصیل ہے۔ اس کے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

*کتاب کی تفصیل سے مراد یہ ہے کہ تمام وہ اصولی تعلیمات و ہدایات جو خدا کی کتابوں میں پہلے آئی تھیں ان سب کا لبِّ لباب اس کتاب میں آگیا ہے بلکہ اس میں ان کو زیادہ مفصّل طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

یہ بات بھی قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کی گئی کہ پچھلی کتابوں کے جو لوگ وارث ہوئے تھے انہوں نے اپنی طرف سے ان میں بہت سی باتیں تبدیل یا داخل کر دی تھیں، اس لیے حضورؐ کا یہ کام بھی تھا کہ ان کو الگ کر کے خدا کی شریعت میں جو اصل حرام ہے اسے حرام اور جو اصل حلال ہے اسے حلال کریں:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔

(البقرہ۔ ۷۹)

پس ہلاکت اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جو خود اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ

ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا اُلٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ

عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔

(آل عمران - ۷۸)

کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی اور وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اس بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ تمام آمیزشوں سے پاک، خالص دینِ حق کی تعلیم پیش کریں، اور جو کچھ اس میں حرام ہے اسی کو حرام اور جو کچھ اس میں حلال ہے اسی کو حلال قرار دیں۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔

(البیّنۃ - ۱-۳)

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس دلیلِ روشن نہ آجائے (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک ایسا رسول) جو (تمام آمیزشوں سے) پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔

(الاعراف - ۱۵۷)

(یہ رسول نبی امی) ان کو نیکی کا حکم دیتا اور بدی سے منع کرتا ہے۔ ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے (یعنی ان کے بطور خود ٹھیرائے ہوئے حلال و حرام کو منسوخ کرتا ہے)، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے اور وہ بندشیں کھولتا ہے (جو ان کے فقیہوں اور مذہبی پیشواؤں کی موشگافیوں اور ان کے جاہل عوام کے رسوم اور توہمات کی بدولت) ان پر مسلط تھے۔

احکامِ الٰہی کی قولاً وعملاً تشریح اور تزکیۂ نفوس

آپ کے سپرد صرف یہی کام نہیں کیا گیا تھا کہ اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعہ جو علم آپ کو دیا جائے اسے لوگوں تک پہنچا دیں بلکہ یہ کام بھی کیا گیا تھا کہ خود اللہ ہی کی طرف سے اُن احکام کا جو مطلب آپ کو بتایا جائے اس کے مطابق اپنے قول اور عمل سے دین کے عقائد، احکام، ہدایات اور قوانین کی توضیح کریں، اور اسی کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کر کے اُن کی بگڑی ہوئی زندگی کو سنواریں:

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔

(القیامہ۔ ۱۷ تا ۱۹)

اس قرآن کو تمہیں یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہٰذا، اے نبیؐ، جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں تو تم اس کی قرأت کو سنتے رہو۔ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔

(النحل۔ ۴۴)

اور اے نبیؐ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے نازل کی گئی ہے۔[۱]

۱؎ یہ ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے وہ حکمت بیان کر دی ہے جس کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ "ذکر" کے ساتھ ایک انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجا جائے۔ ذکر تو فرشتوں کے ذریعہ سے بھی بھیجا جا سکتا تھا اور براہِ راست چھاپ کر ہر انسان تک اسے پہنچا دینا بھی اللہ کی قدرت سے دُور نہ تھا۔ مگر اس سے اصل مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ضروری تھا کہ ایک قابل ترین انسان اسے لے کر آئے۔ جن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے اُنہیں اُس کا پورا مطلب سمجھائے۔ جنہیں کچھ شک ہو اُن کا شک رفع کرے۔ جنہیں کوئی اعتراض ہو اُن کے اعتراض کا جواب دے۔ جو نہ مانیں اور مخالفت و مزاحمت کریں ان کے مقابلے میں وہ رویہ برت کر دکھائے جو یہ ذکر لانے والے کے شایانِ شان ہو اور جو مان لیں اُنہیں زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کے متعلق ہدایات دے، ان کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرے اور اُن کو تربیت دے کر ساری دنیا کے سامنے ایک ایسا مثالی معاشرہ بنا کر دکھائے جس کا اجتماعی نظام اِس "ذکر" کے منشا کی شرح ہو۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (الجمعہ۔۲)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، اُن کی زندگی سنوارتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (الحدید۔۹)

وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیات نازل کرتا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے۔

(باقی)